کرپٹ کون؟
تحریر: سندس سیدہ

میں بہت خوش ہوں کیونکہ میرے چھوٹے سے شہر میں ایک پل اور سڑک کا افتتاح ہونے جا رہا ہے جس کی بدولت چھوٹے شہر میں رہنے والوں کو تعلیم، صحت اور روزگار کے مواقع حاصل کرنے کے لیے بڑے شہروں تک رسائی میں سہولت ہو جائے گی۔ مجھے بھی آج بڑے شہر جانا ہے اور اس کے لیے میں جلدی سے گھر سے نکلی کہ آج اس پل سے گزرتی ہوئی اس بہترین سڑک سے گزروں گی جس کی آج افتتاحی تقریب ہے۔ پل کے پاس پہنچنے پر عجب سماں دیکھا۔ ایمبولینس سائرن بجاتی گزر رہی ہیں، پولیس نے جگہ کو سیل کر دیا ہے۔ سامنے کا منظر دل دہلا دینے والا ہے۔ پل زمین بوس ہو چکا ہے۔ میرے شہر کے لوگ اس پل کی کرپشن کے نیچے آ کر ابدی نیند سو چکے ہیں۔ یہ تھی ملک میں ہونے والی بنیادی ڈھانچے کی ترقی کی ایک مثال، پاکستان میں نہ جانے ایسی کتنی مثالیں بھری پڑی ہیں۔ گاڑی کے ریڈیو میں خبر گونجنے لگی "ایک اور پل کرپشن کی نظر ہو گیا" یہ خبر سن کر میرے ذہن میں سوال ابھرا کہ اس پل میں ہونے والی کرپشن کی گنگا میں کس کس نے ہاتھ دھوئے ہوں گے؟ یقیناً یہ ہی ہوا ہوگا کہ پل کا بجٹ بننے، ملنے اور لگنے کے ساتھ ساتھ اس پل پر کام کرنے والے تمام لوگوں نے صوابدید کے مطابق حصہ ڈالا ہوگا جو کہ بعد میں بھی عوام کے سروں سے ہی نکلنا تھا لیکن افتتاح سے پہلے ہی عوام کے سروں پر آ پڑا۔ اس سے پہلے بھی کئی ایسے کیس پکڑے جا چکے ہیں جن میں کرپشن کا انکشاف ہوا ہے لیکن کبھی عوام کو یہ معلوم نہیں ہوا کہ احتساب کرنے والے اداروں نے الزام ثابت ہو جانے کے بعد کیا کیا؟ کیس پر کتنی پیش رفت ہوئی؟

کرپشن کا خاتمہ کیسے ممکن ہے؟ اسی سلسلے میں چند روز پہلے میری نظر سے ایک سروے گزرا تھا جو کہ قومی احتساب بیورو کی ویب سائیٹ پر تھا کہ پاکستان سے کرپشن کا خاتمہ کیسے ممکن ہے؟ جس کے ممکنہ جوابات دیے گئے تھے: ۱) اسلامی اصولوں پر عمل کر کے۔ ۲) تمام کرپٹ لوگوں کو معاف کر کے۔ ۳) کرپٹ لوگوں کو سخت سزائیں دے کر۔ ۴) کرپشن کی لوٹی ہوئی رقم واپس وصول کر کے۔ ۵) لوگوں کو تعلیم دے کر ۶) انسداد کرپشن کے اداروں کو مئوثر بنا کر۔ مجھے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ اگر نیب کو قوانین کے موجود ہوتے ہوئے خود ہی نہیں معلوم کہ کیا کرنا چاہئے تو پھر یہ ادارہ کس لیے بنایا گیا ہے؟ ۶ مارچ ۲۰۱۷ء تک کسی نے ویب سائیٹ پر اس سوال کا کوئی جواب نہیں دیا، اور شکر ہے کہ جواب نہیں دیا کیونکہ اگر ۲ نمبر آپشن درست ہو جاتی تو کیا ہوتا؟

بہر حال میں نے بھی اس سوال کا جواب نہیں دیا کیونکہ میرا جواب ان میں سے کوئی نہیں ہے۔ میرے خیال میں پاکستان میں موجود قوانین پر عمل کر کے کرپشن کا خاتمہ کیا جا سکتا ہے، جس میں قانون کی بالادستی، اور قانون کی نظر میں سب برابر ہوں اسکے بعد انصاف کی فراہمی کو یقینی بنانا بھی ضروری ہے۔ اسکے ساتھ ساتھ اشد ضروری ہے کہ کرپشن کی روک تھام کے لیے بنائے گئے قوانین پر سختی سے عمل کیا جائے جن میں اینٹی کرپشن ایکٹ، آرڈیننس، اسٹیبلشمنٹ رولز، محتسب، وفاقی محتسب ایکٹ اور آرڈیننس کے دفاتر کا قیام، وفاقی کورٹ، وفاقی تفتیشی ایجنسی ایکٹ اور قوانین اور قومی احتساب آرڈیننس وغیرہ شامل ہیں۔ کیا کرپشن سے چھٹکارا پانے کے لیے قومی احتساب بیورو، وفاقی تفتیشی ایجنسی، احتساب کورٹ کے احتساب کو یقینی بنا سکتے ہیں؟ کیا قوانین پر سختی سے عمل درآمد کیا جا سکتا ہے؟

دراصل قومی اور سرکاری املاک کا ذاتی مفاد کے لیے استعمال کرنا کرپشن سے موسوم کیا جاتا ہے۔ جیسے کہ اگر پاکستان میں ہزاروں کی تعداد میں خواتین زچگی کے دوران بر وقت ہسپتال نہ پہنچ پانے کی وجہ سے مر جاتی ہیں تو اسکے ذمہ دار وہ لوگ بھی ہیں جو ایمبولینس کی مد میں مختص کی جانے والی رقم میں ہیر پھیر کر رہے ہیں۔ ویسے تو کرپٹ افراد کا تعلق اور عہدہ کوئی بھی ہو سکتا ہے، لیکن عمومی طور پر کرپشن کا تعلق اشرافیہ یا سیاست دانوں سے جوڑا جاتا ہے۔ ظاہر ہے جس کے پاس جتنے زیادہ اختیارات ہوں گے اس کے پاس کرپشن کے اتنے زیادہ مواقع ہوں گے لیکن اس بہتی گنگا میں سبھی حسبِ توفیق ہاتھ دھوتے ہیں۔ یہ بات بجا ہے کہ کرپشن کے ناسور کی ہمیشہ بالائی ڈھانچے سے شروعات ہوتی ہے اور نچلی سطح تک پھیل جاتا ہے، بالکل ایسے ہی جیسے کینسر کو چھیڑ دیا جائے تو وہ تمام جسم میں پھیلتا چلا جاتا ہے اور جسم کو مفلوج کر دیتا ہے۔ پاکستان کا کون سا ادارہ ہے جو کرپشن کی نظر نہیں ہوا؟ ریلوے، پی آئی اے، اسٹیل مل، واپڈا، پی ٹی سی ایل، نیشنل انشورنش کارپوریشن، پولیس، فوج، عدلیہ گاہے بگاہے ہر ادارے کے بارے میں کرپشن کی خبریں سننے کو ملتی ہیں۔ اسی کے برعکس اگر میں یہ کہوں کہ پاکستان میں کتنے لوگوں کو کرپشن کے جرم میں سزا ہوئی ہے تو شاید چند ہی لوگ فہرست میں دکھائی دیں اور وہ بھی وہ لوگ ہوں گے جو مجھ جیسے عام لوگ ہیں۔ یہ بھی عجیب بات ہے کہ بڑی بڑی کرپشن کرنے والوں کے بڑے چرچے ہوتے ہیں لیکن دوسری جانب دیکھا جائے تو بجلی، پانی، گیس اور ٹیکس چوری کرنے میں سینکڑوں لوگ شامل ہوتے ہیں۔ اس بات کو یقینی بنانے کی ضرورت ہے کہ "سے نو ٹو کرپشن" کا پھندا ہر ایک کے قد کے مطابق

ہو، تا کہ کوئی بھی اس سے بچ نہ سکے۔

اداروں کی سطح کی کرپشن کی زیادہ بات کی جاتی ہے لیکن حال ہی میں مجھے معلوم ہوا کہ خیبر پختونخواہ میں ہسپتالوں میں فری ادویات دی جاتی ہیں اور غریب کے لیے بہت آسانی ہوگئی ہے۔ میں ابھی اسکی خوشی بھی نہیں منا سکی تھی کہ ایک خبر آگئی کہ ہم میں سے ہی کچھ لوگ مفت ادویات مختلف پرچیوں پر لے لیتے ہیں اور میڈیکل اسٹور پر جا کر بیچ دیتے ہیں۔ اس صورت میں جب حکومت بھی کام کر رہی ہے لیکن بھیڑیے ہمارے ہی درمیان موجود ہیں تو کیا لائحہ عمل ہونا چاہئے؟ کیونکہ اس کی وجہ سے آپکے اور میرے بچے، ماں باپ، بہن بھائی ادویات نہ ہونے کی وجہ سے مرجاتے ہیں۔ کرپشن ایسا کھیل بن چکا ہے جس میں اگر میں ۹۰ کڑور کی کرپشن کروں تو پلی بارگین کے ذریعے ۱۰لاکھ میں سودا ختم کر کے اپنی جان چھڑوا سکتی ہوں۔

دوسری جانب ایک اور مثال کے طور پر پولیس کے چند افسران کے لیے بجٹ رکھا جاتا ہے جس کو وہ کہیں بھی تحقیقات کرنے یا خفیہ کام کرنے کے لیے استعمال کر سکتے ہیں اور اس کے بارے میں ان سے کوئی جواب طلبی نہیں ہوتی کہ انہوں نے بجٹ کہاں خرچ کیا اور کس کو دیا۔ بلاشبہ ایسا اس لیے کیا جاتا ہے کہ تحقیقات کے عمل میں شامل لوگوں کو تحفظ فراہم کیا جا سکے اور ان کو کسی قسم کے خطرات لاحق نہ ہوں لیکن اگر وہ افسر بجٹ کی مد میں رکھے گئے پیسے اپنی جیب میں ڈال لے اور کہیں خرچ نہ کرے تو بھی کسی کو معلوم نہیں ہوگا۔ ہر اس جگہ پر جہاں کسی کے پاس کوئی بھی اختیارات موجود ہوں اور احتساب کا عمل حزب کر دیا جائے وہاں شفافیت کے عمل کو یقینی بنانا مشکل ہو جاتا ہے۔ میزوں کے اوپر سے جو چند روپے گزرتے ہیں وہ تو کہیں نا کہیں کیمروں میں آجاتے ہیں اب کہیں میزوں کے نیچے بھی کیمرے لگانے کی ضرورت ہے۔ تا کہ خدا کا خوف ہونا ہو لیکن دنیا میں سزا ملنے کے خوف سے ہی کہیں کرپشن کی روک تھام ممکن ہو جائے۔ کیونکہ کرپشن تو ہم دنیا ہی کی آسائشوں کے لیے کر رہے ہیں۔ ہم قانون کی حکمرانی کی بات تو کرتے ہیں لیکن اگر واقعی پاکستان میں قانون کی بالادستی ہوگئی تو کیا حالات ہوں گے؟ مجھے تو لگتا ہے کہ ہماری جیلیں بھر جائیں گی، خاص طور پر اشرافیہ کے لیے بنائی گئیں اسپیشل سہولیات والی جیلیں زیادہ تعداد میں بنانی پڑ جائیں گی۔ میں اگر پاناما کیس، ایان علی، توقیر صادق، ریکوڈک اور رینٹل پاور کی بات کروں تو کس منہ سے کروں؟ عدلیہ ثبوت مانگتی ہیں، ہم جعلی ثبوت پیش کر دیتے ہیں۔ ہمارے ملک میں پکڑ صرف ان لوگوں کی ہوتی جو انصاف نہیں خرید سکتے اور انصاف بہت مہنگے داموں بکتا ہے۔

کرپشن کے سلسلے کو ختم کرنے کے لیے فلسفے اور تدابیر کام نہیں آتیں بلکہ اس کو روکنے کے لیے قوانین پر عمل نہایت ضروری ہے۔ پاکستان میں کرپشن کی بے شمار مثالیں موجود ہیں کہیں پر حکومتی ادارے زوال کا شکار ہو رہے ہیں، کہیں عوام کی دولت سے سیاسی اشرافیہ مستفید ہوتے دیکھائی دیتے ہیں۔ بدقسمتی سے کرپشن کے مسئلے کو سماجی، احتسابی، قانونی کے بجائے سیاسی بنا دیا گیا ہے۔ پاکستان میں ہر کرپٹ بندہ کرپشن کا 'مخالف' ہے۔ ہر ایک کا ماننا ہے کہ کرپشن ختم ہونی چاہئے لیکن پھر بھی یہ ناسور پھیلتا ہی جا رہا ہے۔ کہیں تو کوئی مسئلہ ہے جو اس ناسور کے جڑ سے ختم کرنے میں رکاوٹ کا باعث بن رہا ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ ہم اس کبوتر کی طرح ہیں جو بلی کو دیکھ کر آنکھیں بند کر لیتا ہے اور پھر نتیجہ یہ کہ اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑ جاتے ہیں۔ یا پھر "سے نوٹو کرپشن" والے میسج کا ترجمہ ہم یہ کر بیٹھے ہیں کہ "کرپشن کو کچھ مت کہو"۔ کیونکہ ایسا بھی نہیں کہ پاکستان میں انسداد کرپشن کے قوانین اور ادارے موجود نہیں ہیں۔ بلکہ ہر ایک کرپشن کے ادارے پر دوسرا کرپشن کا ادارہ ہے لیکن نتائج دکھائی نہیں دیتے۔ تھوڑا بہت کرپشن کا حل جمہوری عمل کے تسلسل سے ہی جڑا ہوا دکھائی دیتا ہے جو ہمارے ہاں ناپید ہے۔ پارلیمنٹ میں کرپشن کے خاتمے کے لیے بہترین قوانین اور بہتر ادارے تو بن جاتے ہیں لیکن نتائج پھر بھی نظر نہیں آتے، کیونکہ اس پر عمل درآمد نہیں ہوتا کیا ۷۰ سال میں ہم نے قانون اور ادارے بنانا سیکھا ہے اس قوانین پر عمل اور اداروں کو فعال کرنے کے لیے کیا مزید ۷۰ سال چاہییں؟

مضطہ انڈ ویجوَل لینڈ پاکستان میں پروگرام آفیسر کی حیثیت سے کام کر رہی ہیں۔
میگزین یا مضمون سے متعلق معلومات کے لئے رابطہ کریں۔
info@individualland.com